حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان



جنوری ۲۰۱۶ء



زیرِ انتظام جامعہ علمیہ سُلطان المدارس الاسلامیہ

زاھد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا
فون: 048-3021536

Website: www.sibtain.com Emails: smi51214@gmail.com Sultanulmadarisislamia@gm

باب التفسیر

بشارت کے معنی کی تحقیق اور غلط محافل میں شرکت کرنا حرام ہے

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

بَشِّرِ الۡمُنٰفِقِیۡنَ بِاَنَّ لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمَا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِیۡنَ یَتَّخِذُوۡنَ الۡکٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ اَیَبۡتَغُوۡنَ عِنۡدَہُمُ الۡعِزَّۃَ فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا ﴿۱۳۹﴾ وَ قَدۡ نَزَّلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الۡکِتٰبِ اَنۡ اِذَا سَمِعۡتُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکۡفَرُ بِہَا وَ یُسۡتَہۡزَاُ بِہَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَہُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِہٖ ۫ۖ اِنَّکُمۡ اِذًا مِّثۡلُہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَ الۡکٰفِرِیۡنَ فِیۡ جَہَنَّمَ جَمِیۡعَا ﴿۱۴۰﴾

(سورۃ النساء: ۱۳۸ تا ۱۴۰)

ترجمۃ الآیات

منافقوں کو سنا دیجیے کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (۱۳۸) وہ (منافق) جو اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے (اس کے اختیار میں ہیں) (۱۳۹) اور اس نے کتاب (قرآن) میں تم پر یہ حکم نازل کر دیا ہے کہ جب سنو کہ (کسی جگہ) آیاتِ الٰہیہ کا انکار کیا جا رہا ہے، اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ تو ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں (ورنہ) اس حالت میں تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔ بے شک خدا سب منافقوں اور سب کافروں کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے۔ (۱۴۰)

تفسیر الآیات

بشارت کے معنی کی تحقیق

یا ایہا الذین آمنوا......الآیہ

بشارت کی لفظ عام طور پر خوشخبری کے معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ تو اس بنا پر دردناک عذاب کی خبر کو بشارت کہنا بطور طنز و تشنیع ہو سکتا ہے اور بشارت کے دوسرے معنی ہر ایسی اچھی یا بری خبر کے بھی ہیں۔ جس کا اثر لینے والے کے چہرہ سے ظاہر، چنانچہ مُفسّر قرطبی نے لکھا ہے کہ: "التبشیر الاخبار بما یظہر اثرہ علی البشرۃ" (قرطبی) بہرحال خداوند قہار ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خبر سنا رہا ہے۔ جو اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور دوست بناتے ہیں۔

چونکہ منافقوں کا خیال تھا کہ مُسلمانوں کے پاس فقر و فلاکت، غربت و مسکنت اور مجبوری و مقہوری کے سوا اور کیا رکھا ہے؟ مال و دولت ہے تو کفار کے پاس، شوکت و تمکنت ہے۔ تو مشرکین کے پاس، اور عزت عظمت ہے تو ان کے پاس۔ اسی لیے خداوند عالم ان سے پوچھ رہا ہے کہ آیا وہ یہ سب کچھ عزت کی تلاش میں کر رہے ہیں؟ اگر ایسا ہے، تو پھر عزت تو ساری کی ساری خدا کے لیے

ہے، یا اس کے رسول کے لیے ہے یا پھر کامل الایمان مومنین کے لیے ہے۔ "قل للہ العزۃ و لرسولہ و للمومنین و لکن المنافقین لا یعلمون" عزت تو بس خدا کے لیے ہے یا اس کے رسولؐ کے لیے یا پھر اہلِ ایمان کے لیے ہے۔ مگر منافق اس حقیقت کو جانتے نہیں ہیں (المنافقون)

ان حقائق سے واضح ہوجاتا ہے کہ عزت کا حقیقی مالک و مُتصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ جسے چاہتا ہے عزت کا کچھ حصّہ عطا کر دیتا ہے۔ اور وہ انبیاء و مرسلین اور مومنین کاملین ہیں۔ لہٰذا عزت خدا سے طلب کرنی چاہیے۔ اور اسی کے پاس تلاش کرنی چاہیے، نہ کہ کسی اور کے پاس۔

وقد نزل علیکم......الآیۃ

اس کی شان نزول یہ بیان کی گئی ہے کہ مکہ میں کچھ مُسلمان یہود کے پاس جا کر بیٹھتے تھے اور وہ اسلام، قرآن اور پیغمبر اسلامؐ کی مذمت کرتے تھے، تو خداوند عالم نے ان لوگوں کو یہود کے پاس بیٹھنے سے یوں منع فرمایا: "واذا رئیت الذین یخوضون فی آیاتنا واعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ" (انعام:۶۸) جب دیکھو کہ کچھ لوگ ہماری آیات کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں، تو ان سے روگردانی کرو۔ یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہوجائیں۔

یہ حکم تو سورہ انعام میں ہے جو سورہ نساء سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ یہ اس بات کا ایک شاہد ہے کہ موجودہ ترتیب قرآن تنزیل کے مطابق نہیں ہے۔ اور جب مُسلمان ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو وہاں بھی یہود و منافقین موجود تھے۔ تو بعض مُسلمان حسب سابق ان لوگوں کے پاس آتے جاتے اور اُٹھتے بیٹھتے تھے، اس لیے خداوند عالم نے سابقہ حکم کی تجدید کرتے ہوئے فرمایا: "اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بھا و یستھزاؤ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ" (نساء:۱۴۰)

جب سنو کہ کسی جگہ آیات الٰہیہ کا انکار کیا جا رہا ہے، اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، تو ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ جب تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہوجائیں، ورنہ تم بھی انہی جیسے ہوجاؤ گے۔
(مجمع البیان، تفسیر کاشف)

غلط محافل میں شرکت کرنا حرام ہے

بموجب "المورد لا یخصص الوارد"۔ یہ بات صرف مکہ و مدینہ کے مُسلمانوں اور مکہ و مدینہ کے منافقین کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ جب اور جہاں بھی یہ صورتِ حال پیش آجائے کہ دین اور اس کے مقدسات، دین اور اس کے احکام، دین اور اس کے مسائل حلال و حرام، دین اور اس کے عقائد حقہ، دین اور حقیقی علماء دین کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، اور بدعات کو پھیلایا جا رہا ہو، غلط عقائد کی نشر و اشاعت کی جا رہی ہو، باطل و بدعملی کی ترویج کی جا رہی ہو، تفسیر بالرائے کی جا رہی ہو، غنا و موسیقی کا ارتکاب کیا جا رہا ہو، اور خدا و معصومینؑ پر افترا پردازی کی جا رہی ہو تو اہلِ ایمان پر ایسی مجالس و محافل میں شرکت کرنا اور ان میں بیٹھنا حرام ہے۔ اور اگر بالفرض شرکت کریں تو ان پر بطور امر بالمعروف اور نہی

عن المنکر ایسے لوگوں کو اس روش و رفتار پر روکنا ٹوکنا واجب ہے، اور اگر وہ ایسا نہیں کریں گے، یعنی اگر وہ کسی ایسی محفل میں شریک ہوں گے اور فریضہ امر و نہی ادا نہیں کریں گے تو پھر بنصِّ قرآن یہ لوگ بھی ان لوگوں جیسے سمجھے جائیں گے۔ کیونکہ یہ بات مُسلّم ہے کہ "من رضی بفعل قوم فھو منھم" (حدیث نبویؐ...... جو شخص کسی قوم کے کسی فعل پر راضی ہو، وہ اسی قوم میں سے شمار ہوتا ہے۔ جو کفر پر راضی ہوگا، وہ کافر متصوّر ہوگا۔ اور جو گناہ و عصیان پر راضی ہوگا، وہ گنہگار سمجھا جائے گا۔

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الراضی بفعل قوم کالداخل فیه و علی کل داخل اثمان اثم العمل به اثم الرضا به"

جو شخص کسی قوم کے کسی فعل پر راضی ہوتا ہے وہ ایسا ہے جیسا اس میں داخل ہونے والا اور داخل ہونے والے پر دو گناہ ہوتے ہیں۔ ایک اس کے کرنے کا اور دوسرا اس پر راضی ہونے کا۔ (نہج البلاغہ)

اس بات پر تمام فقہاء و علماء کا اتفاق ہے کہ ظلم کرنے والا، اس کی مدد کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا سب برابر کے شریک ظلم ہوتے ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا:

"اذا سمعت الرجل یجحد الحق و یکذبه و یقع فی اھله فقم من عنده و لا تقاعده" (عیاشی وصافی)

جب سنو کہ کوئی آدمی حق کا انکار کر رہا ہے اور اس کی تکذیب کر رہا ہے اور اہلِ حق کے بارے میں بکواس کر رہا ہو تو وہاں سے اٹھ جاؤ اور اس کے پاس نہ بیٹھو۔

جب بیہودہ گو غلط گفتگو ختم کر دیں تو پھر ان کے پاس بیٹھنا جائز ہے یا ناجائز؟

اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ (اس صورت میں وہاں بیٹھنا ممنوع نہیں ہے) مگر بعض محتاط علماء یہ فرماتے ہیں کہ بموجب ارشاد قدرت: "فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین" کہ یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ (انعام: ۶۸) اس آیت مبارکہ سے مُستفاد ہوتا ہے کہ ظالموں کی مجالست سے بہر حال اجتناب لازم ہے۔ "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار"۔ ظالموں کی طرف میلان بھی نہ کرو، ورنہ تمھیں بھی دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

اس سے بھی ظالموں اور ایسے لوگوں کی مجالست و ہم نشینی کی ممانعت ہی ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ بلا ضرورت ایسے لوگوں کی صُحبت سے احتراز کیا جائے، ویسے بھی اچھی یا بری صُحبت کا اثر نا قابل انکار ہے۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

ان الله جامع...... الآیة

جس طرح دار دنیا میں منافقین اور کافرین ایمان اور اہلِ ایمان کی عداوت و دشمنی پر مُتفق تھے، اسی طرح قیامت کے دن خدا ان کو دوزخ میں بھی اکٹھا ڈالے گا۔ وھم فیھا خالدون۔ اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔



باب الحدیث

فرائض کی ادائیگی اور محارم سے اجتنابؑ کا حکم

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

① حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: جو شخص فرائض خداوندی کو انجام دے، وہ بہترین خلائق ہے۔ (اصول کافی)

② حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا: حضرت رسولِ خداﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے فرائض پر عمل کرو، بڑے متقی بن جاؤ گے۔ (اصول کافی)

③ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: جو شخص فرائض خداوندی پر عمل کرے وہ سب سے بڑا عبادت گزار ہے۔ (اصول کافی)

④ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا: خداوندعالم (حدیث قدسی میں) فرماتا ہے کہ جب کوئی بندہ میری محبت حاصل کرنا چاہے تو میرے فرائض کی ادائیگی سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ (ایضاً)

⑤ انہی حضرت سے مروی ہے، فرمایا: جو فرائض خداوندعالم نے بندوں پر فرض کیے ہیں ان سب سے زیادہ سخت فریضہ ہر حال میں خدا کو بہت یاد کرنا ہے۔ (پھر فرمایا) ذکر سے میری مراد سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کا پڑھنا نہیں ہے، بلکہ میری مراد یہ ہے کہ حلال و حرام کے وقت خدا کو یاد کیا جائے، اگر وہ کام اطاعت کا ہے تو اسے بجا لائے اور اگر گناہ کا ہے تو اس سے دامن کو بچائے۔ (اصول کافی)

⑥ انہی حضرت سے منقول ہے، فرمایا: حضرت رسولِ خداﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے اللہ کی نافرمانی ترک کرے، اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن راضی کرے گا۔ (اصول کافی)



باب المسائل

مختلف دینی و مذہبی سوالات کے جوابات

مطابق فتویٰ: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی

سائل: محمد حسین جعفری پی اے ایف سرگودھا

سوال: اگر کوئی شخص میت کو آبِ سدر اور آب کافور کے ساتھ غسل دے اور تیسرا غسل آبِ خالص والا بھول جائے اور کفن وغیرہ پہنانے کے بعد یاد آئے، اب کیا شرعی ذمہ داری ہے۔ آیا جو کفن دیا گیا ہے نجس ہو جائے گا یا نہ؟

جواب: باسمہ سبحانہ! دفن سے پہلے کفن اتار کر غسل مکمل کیا جائے اور پھر کفن پہنایا جائے اور اگر کفن کسی وجہ سے نجس ہو جائے تو اس کا پاک کرنا واجب ہے۔

سوال: اور اگر کفن دینے کے بعد یاد آ جائے کہ آبِ خالص کے ساتھ غسل دینا بھول گیا ہوں لیکن اپنی شرعی ذمہ داری کو پورا نہ کرے اور میت کو دفن کر دینے کے چند دن بعد بتائے کہ آبِ خالص کے ساتھ غسل دینا بھول گیا تھا۔ اب غسل دینے والے، اور ورثہ اور شہر والوں کی شرعی ذمہ داری کیا ہے؟

جواب: باسمہ سبحانہ! ایسے شخص پر واجب تھا کہ بتا دے اور اس کی تکمیل کرے۔ لہٰذا اس شخص نے اس بات کو چھپا کر بڑا سنگین گناہ کیا ہے، بارگاہِ خداوندی میں توبہ و استغفار کرے۔ مگر قبر کو کھود کر دوبارہ غسل نہیں دیا جا سکتا۔

سوال: اگر یہی صورت جو مسئلہ نمبر ۱، اور مسئلہ نمبر ۲ میں بیان کی گئی ہے ایک ایسی میت کے ساتھ پیش آئے جو میت اہل سنت عقیدہ کی ہو اور اس کا شوہر شیعہ ہو اور غسل دینے والی عورت بھی شیعہ ہو، تو اس صورت میں شرعی ذمہ داری کیا ہوگی۔

جواب: باسمہ سبحانہ! مرنے والے کے مسلک کے مطابق میت کے احکام پر عمل کیا جاتا ہے، چونکہ برادرانِ اسلامی کے مسلک میں ہماری طرح تین غسل واجب نہیں ہیں بلکہ ایک ہی کافی ہوتا ہے، لہٰذا کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔

سوال: اگر سردیوں کے موسم میں نماز جمعہ کا خطبہ ۱۲:۳۰ پر شروع ہو اور نماز ۰۵:۱ یا ۱:۱۰ پر ختم ہو تو آیا یہ نماز جمعہ ظہر سے مجزی اور کافی ہوگی، وقت کے لحاظ سے یا نہ؟

جواب: باسمہ سبحانہ! احتیاط واجب کا تقاضا یہ ہے کہ مذکورہ بالا وقت سے پہلے نمازِ جمعہ کا آغاز کیا جائے اور اس سے پہلے اختتام کیا جائے۔ واللہ الموفق

سائل: محمد وسیم فیصل آباد

سوال: کیا ایسا رشتہ کرنا چاہیے جس میں وٹہ سٹہ کی شرط عائد ہو اور اگر ایسی شرط قبول نہ کریں تو آپس میں لاتعلقی

قائم ہو جاتی ہے۔ وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہٖ سُبحانہٗ! یہ رسم بالکل غلط ہے۔ اس سے اجتناب لازم ہے۔

سوال: اگر ایک لڑکا اور لڑکی آپس میں شادی کے لیے رضامند ہوں اور ان کے والدین وٹہ سٹہ کرنے کی انا میں وہ رشتہ بھی ختم کرنا چاہتے ہوں تو ایسے حالات میں اس لڑکا اور لڑکی کے لیے کیا حکم ہے۔ کیا اسلام ان کو شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: باسمہٖ سُبحانہٗ! اگر لڑکی باکرہ ہو اور اس کا ولی شرعی یعنی باپ یا دادا موجود ہو تو پھر لڑکی اور اس کے ولی کی رضامندی سے نکاح کرنا چاہیے۔ یعنی ولایت مشترکہ ہے۔

سوال: اللہ وارث، نبی وارث، علیؑ وارث، اللہ تے علیؑ وارث، وغیرہ وغیرہ کیا یہ جملے کہنا جائز ہیں؟

جواب: باسمہٖ سُبحانہٗ! پہلا جملہ اپنے حقیقی معنوں میں اور دوسرے اپنے مجازی معنوں میں کہے جا سکتے ہیں۔

سوال: اگر ہم "یا علیؑ مدد" کہیں تو کیا حضرت علیؑ ہماری آواز سن لیتے ہیں؟

جواب: باسمہٖ سُبحانہٗ! اسلامی سلام یہ ہے کہ جب دو اہلِ اسلام و ایمان آپس میں ملاقات کریں سلام علیکم یا السلام علیکم کہیں اور دوسرا جواب میں وعلیکم السلام کہے۔

سوال: آج کل کچھ ذاکرین حضرات کہتے ہیں "جو نہ ملے وہ حسینؑ سے مانگ" وضاحت فرمائیں۔

جواب: باسمہٖ سُبحانہٗ! یہ ملنگانہ جملہ ہے۔

سوال: "نادِ علیؑ" کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ دعا معصومینؑ سے مروی ہے؟

جواب: باسمہٖ سُبحانہٗ! چہاردہ معصومین علیہم السلام میں سے کسی معصومؑ سے مروی نہیں ہے۔ مزید تفصیل "اصول الشریعہ" میں دیکھی جائے۔

سوال: کیا خیرات خدا کے علاوہ کسی اور کے نام پر بھی کی جا سکتی ہے؟ جیسے "نیازِ حسینؑ" "نیازِ عباسؑ" "لنگر حسینؑ" وغیرہ؟

جواب: باسمہٖ سُبحانہٗ! نذر ہو، یا خیرات، وہ خدا کے نام کی ہی دی جاتی ہے۔ نیازِ حسینؑ اور نیازِ عباسؑ اسی طرح مجازی جملے ہیں، جس طرح تسبیح زہراءؑ مجازی ہے، جو دراصل تسبیح خدا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس خیرات کا ثواب ان ذواتِ مقدسہ کی بارگاہ میں ہدیہ ہے۔

سوال: اکثر لوگ نماز کے بعد سجدہ گاہ کو چومتے ہیں، کیا ایسا کر سکتے ہیں؟

جواب: باسمہٖ سُبحانہٗ! چومنے کا کوئی حکم نہیں ہے، بلکہ جائے سجدہ پر ہاتھ پھیر کر تکلیف اور درد والی جگہ پر ہاتھ پھیرنے کا حکم ہے۔

سوال: آج کل سنا جا رہا ہے کہ یہودیوں یا غیر مسلم کے بنک سے سود لے سکتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: باسمہٖ سُبحانہٗ! دو ملتوں کے درمیان سود نہیں ہے۔ ایک حاجت مند مسلمان کی ضرورت اور مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سود لینا حرام ہے۔

سوال: کیا سرکاری بنک کی ملازمت کر سکتے ہیں؟

جواب: باسمہٖ سُبحانہٗ! جب تک بنکاری کا نظام اسلامی خطوط پر استوار نہ کیا جائے یعنی نظام مضاربۃ یا نظام

مشارکت جاری نہ کیا جائے اس وقت تک جائز نہیں ہے۔ کیونکہ سودی کاروبار ہوتا ہے۔

سوال: دس محرم کو اکثر مائیں اپنے بچوں کو زنجیر سے قید کرواتی ہیں (امام سجادؑ کی یاد میں) اور امام بارگاہ کا متولی ان سے پیسے وصول کرتا ہے۔ اور ان پیسوں سے ذاکرین حضرات کو مجلس کی فیس دیتا ہے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے۔

جواب: باسمہٖ سبحانہ! یہ شمر وغیرہ ظالموں کی سنت ہے کہ انھوں نے امام سجادؑ کو قید کیا تھا۔ سنت سجادؑ نہیں ہے۔ نبی و امام کی سنت وہ کام ہوتا ہے جسے وہ اپنی رضا اور غبت سے انجام دیں۔

سوال: اگر ایک مومن سے کچھ واجبی روزے قضا ہوں تو کیا وہ منت کے روزے رکھ سکتا ہے؟

جواب: باسمہٖ سبحانہ! ہاں دونوں واجب ہیں اور دونوں قسم کے روزے رکھنے چاہئیں۔

سوال: کیا ایک انسان کی کسی دوسرے انسان کو نظر لگ سکتی ہے؟

جواب: باسمہٖ سبحانہ! ہاں نظر لگنا برحق ہے، حدیثوں میں اس کا توڑ بھی بتایا گیا ہے کہ جب کوئی سفر سے آئے تو نظر بد سے بچاؤ کے لیے ''ماشاء اللہ لاحول و لا قوۃ الا باللہ'' پڑھنا چاہیے۔

سوال: ہماری اکثر اسلامی کتب کے ترجمے میں غلطیاں ہیں، جیسے ''حق الیقین'' ''بحار الانوار'' وغیرہ۔ کیا ان کتب کے دوبارہ ترجمے نہیں کیے جا سکتے؟

جواب: باسمہٖ سبحانہ! ترجمہ ایسا ہونا چاہیے کہ مصنف کا اصل مطلب سمجھ میں آجائے، اور عمداً غلط ترجمہ کرنا ناجائز ہے، اور اگر ہو جائے تو اس کی تصحیح لازم ہے۔

سوال: پاکستان اور انڈیا کی جنگوں میں جو انڈیا کے مسلمان فوجی جنگوں میں مرے، کیا وہ بھی شہید کہلائیں گے''

جواب: باسمہٖ سبحانہ! شہادت ٹکے سیر نہیں ملتی، اس کے کچھ شرائط ہیں۔ کفار کی حمایت میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے والا کیسے شہید کہلا سکتا ہے؟

سوال: اکٹھی نماز کا مطلب ہے کہ دونوں نمازیں ایک ہی اقامت میں پڑھی جائیں اور ان کے درمیان تعقیبات نہ کی جائے (قوانین الشریعہ) رسول اکرمؐ نے اکٹھی نمازیں بھی پڑھین اور علیحدہ علیحدہ (یعنی ہر نماز اپنے ٹائم پر) بھی پڑھینی۔ لیکن ہمارے ہاں تو ظہر کے وقت ظہر کی اقامت اور نماز، پھر درمیان میں تعقیبات اور پھر عصر کی اقامت اور نما (اسی طرح مغرب عشاء کی بھی) اس طرح تو ہماری نماز نہ اکٹھی ہوئی نہ علیحدہ علیحدہ۔ کیا اس طرح پڑھنا صحیح ہے۔

جواب: باسمہٖ سبحانہ! اکٹھی پڑھنا جائز ہے۔ مگر ہر نماز کو اس کے وقت فضیلت پر پڑھنا افضل ہے۔

سوال: کیا عصر کے وقت ظہر اور عصر، اور عشاء کے وقت مغرب اور عشاء کی اکٹھی نماز پڑھ سکتے ہیں؟ نیز اکٹھی نماز کا اول وقت کیا ہے؟

جواب: باسمہٖ سبحانہ! اس سوال کا جواب سابقہ سوال کے جواب سے واضح ہے۔

☆

انبیائے کرام علیہم السلام قرآن کی نظر میں

تحریر: حجت الاسلام علامہ محمد صادق نجمی

ترجمہ: محمد منیر خان لکھیم پوری ہندی

نبوت اور شائستگی

نبوت اور رسالت وہ منصب ہے جس کا بشری فکر سے قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی اس منصب کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اخلاقی، عقلائی اور روحانی اعتبار سے جب تک اپنے آپ کو کمال تک نہ پہنچائے، تب تک اس مرحلہ تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی انسانی کمال کے مرحلہ تک نہیں پہنچا ہو تو وہ اس آسانی مرتبہ اور منصب الٰہی کا حامل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ قرآن مجید کی متعدد آیات کے ضمن میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور قرآن میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ انبیائے کرامؑ کمال انسانی کے آخری مرحلہ پر فائز تھے۔ اسی طرح ان کے اور بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات اور امتیازات کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی جن آیات میں شناختِ نبوت سے متعلق خداوند متعال نے رہنمائی فرمائی ہے، ان میں سے ہم چند آیات کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

① اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ (سورۃ الحج:۷۵)

خدا فرشتوں میں سے بعض کو اپنے احکام پہنچانے کے لیے منتخب کرلیتا ہے اور اسی طرح آدمیوں میں سے بھی۔

اس آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ انبیائے کرامؑ صفوت و نجابت کے اعتبار سے تمام انسانوں سے برگزیدہ افراد ہیں، اسی وجہ سے خدا نے انھیں عہدۂ رسالت سے سرفراز فرما کر اپنے پیغام کا امین بنایا ہے۔

② اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (سورۃ انعام:۱۲۴)

اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ منصبِ رسالت کہاں قرار دے۔

اس آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ انبیائے کرامؑ عظمت، قوتِ روح، صفائے نفس، شجاعت، معارفِ الٰہی، خدا شناسی، اور تمام اخلاقی مسائل کے اعتبار سے اس قدر بلند تھے کہ خدا نے ان کو اپنی رسالت کے لائق قرار دیا، اور انھیں سعادت، انسانیت، ہدایت اور معرفت کا مرجع بنایا۔

پس اگر انبیائے کرامؑ میں یہ لیاقت پہلے سے نہ پائی جاتی تو خدا ہرگز اپنی امانتِ رسالت، نبوت اور ہدایت ان کو سپرد نہ کرتا، لہٰذا خدا کا ان حضرات کو تاج رسالت و نبوت سے سرفراز کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ پہلے سے رذائل وخباثت سے دور تھے۔ چنانچہ قوم ثمود کی جناب صالحؑ سے مندرجہ ذیل گفتگو ہماری اس بات کی تائید کرتی ہے:

(۳) قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ ھٰذَآ

(سورۃ ھود: ۶۲)

وہ لوگ کہنے لگے: اے صالح! اس کے پہلے تو تم سے ہماری امیدیں وابستہ تھیں۔

چونکہ قوم ثمود پہلے سے جناب صالح نبیؑ کے رشد و کمال سے واقف تھی، لہٰذا وہ انتظار اس بات کا کر رہی تھی کہ جناب صالح آئندہ ان لوگوں کو شاہراہ ترقی پر گامزن کریں گے اور اجتماعی خدمت سے اپنی قوم کو آگے بڑھائیں گے اور ان کی رہبری کی باگ ڈور سنبھال لیں گے۔

پس یہ آیت بین دلیل ہے کہ انبیائے کرامؑ قبل بعثت اپنی اقوام وعشیرہ (قوم وقبیلہ) کے درمیان ایک خاص اخلاقی امتیاز اور پاکیزہ زندگی کے مالک تھے اور ان کو لوگ ایک عادی فرد کی حیثیت سے نہ دیکھتے تھے۔ یہی شیوۂ اخلاقی وآمادگی یعنی پرستش وعبادت الٰہی سبب بنی کہ لوگ آپ سے کچھ زیادہ ہی توقع رکھتے تھے اور اپنی اس بات کا اظہار اس جملہ سے کیا: "قَدْ کُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ ھٰذَآ"۔

چنانچہ پہلے سے انبیاء کا منصب نبوت کے لیے آمادہ اور شائستہ ہونا سبب ہوا کہ جب آپ کو دعوتِ حق کا حکم ملا تو جو لوگ سرکش اور ضدی مزاج نہ تھے، انھوں نے پہلی ہی مرتبہ میں آپ کی بات مان لی، اور آپ کے حکم پر کمربستہ ہوکر میدانِ عمل میں آگئے (رسولِ اکرمؐ کی زندگی کو اس کے لیے گواہ کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے)

نبوت کے ساتھ عصمت ضروری ہے

قرآن کریم کی مُتعدّد آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ انبیائے کرامؑ ہر گناہ، خطا ولغزش سے معصوم (محفوظ) ہوتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ہم چند آیات بعنوان نمونہ پیش کرتے ہیں:

(۴) اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ ط

اور یہ اگلے پیغمبر وہ لوگ تھے جن کی خدا نے ہدایت کی، اے میرے رسولؐ! آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں۔ (سورۃ انعام: ۹۰)

اس آیۂ شریفہ سے پہلے خداوند متعال نے اٹھارہ انبیائے کرامؑ کے اسماء کا ذکر کیا ہے، اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے: "میں نے ان کے آباء واولاد میں سے بھی بعض کو رسول بنایا، اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی خود خدا نے ہدایت کی۔ جملہ "فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمومی ہدایت نہیں ہے، بلکہ ایک ایسی ہدایت ہے جو صرف انبیاءؑ سے مخصوص ہے، لہٰذا اس ہدایت اور امتیاز کے ہوتے ہوئے کوئی نبی گناہ نہیں کرسکتا، اور نہ وہ ہدایت کے راستے سے گمراہ ہوسکتا ہے، چنانچہ دوسری آیت میں صراحت کے ساتھ ارشاد ہوا:

(۵) وَمَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّضِلٍّ (سورۃ زمر: ۳۷)

اور جس کی خدا ہدایت کرے اسے کون گمراہ کرسکتا ہے؟

مذکورہ دونوں آیتوں کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ تمام انبیاء ومرسلین کی ہدایت و راہنمائی خدا نے کی ہے اور ہدایت بھی ایسی کی ہے کہ گناہ صغیرہ کا بھی کوئی نبی ورسول ارتکاب نہیں کرسکتا، لہٰذا جب ضلالت، گمراہی اور گناہ

ان سے سرزد نہیں ہوسکتا تو اب دوسرے لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ ان برگزیدہ افراد کی پیروی کریں۔ اب رہا یہ کہ ضلالت، گمراہی، معصیت اور نافرمانی کسے کہتے ہیں؟ تو قرآن میں اس کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

(۶) اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (سورۃ یٰس:۶۰)

اے فرزندانِ آدم! آیا تمھارے ساتھ یہ پیمان نہیں باندھا گیا تھا کہ تم شیطان کی پیروی نہیں کروگے؟ بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے (اور تمھارے جیسے بہت سے افراد کو اس نے گمراہ کردیا)

اس آیت میں شیطان کی پرستش اور پیروی کو گمراہی کہا گیا ہے، یعنی ہر وہ معصیت جو شیطان کی وجہ سے وجود میں آئے اسے قرآن کی زبان میں اضلال و گمراہی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا تینوں آیتوں کا مفہوم یہ ہوگا: انبیاء و مرسلین ہر اس گمراہی اور معصیت سے محفوظ ہوتے ہیں جسے ضلالت کہا گیا ہے۔ پس خلاصہ یہ ہوا:

(۱) انبیاء و رسول انھیں کو منتخب کیا جاتا ہے جن کو خدا نے اپنی خاص ہدایت سے نوازا ہو۔

(۲) انبیاء و مرسلین میں ضلالت و گمراہی کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا، کیونکہ وہ خاص ہدایت سے نوازے گئے ہیں۔

قرآن مجید کی اصطلاح میں ہر وہ معصیت جو خداوند متعال کے حکم کے مقابلہ میں ہو، اسے ضلالت اور گمراہی کہا جاتا ہے۔

نتیجہ:

مذکورہ تینوں مطالب کی روشنی میں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین پاک و پاکیزہ اور معصوم ہوتے ہیں، اور ان سے کوئی خطا اور گناہ سرزد نہیں ہوتا۔

(۷) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ النساء:۶۴)

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ ہماری اجازت سے اس کی اطاعت کی جائے۔

اس آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ کوئی رسول اس وقت تک مبعوث بہ رسالت نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کی جائے۔ یعنی اللہ کا منشاء یہ ہے کہ انبیاء ہر حال میں مطاع قرار پائیں۔ گویا گفتار و کردار دونوں کے اعتبار سے ان کی اطاعت کی جائے۔ کیونکہ جس طرح انبیائے کرام کی گفتار ذریعۂ تبلیغ ہے اسی طرح آپ لوگوں کا کردار بھی وسیلۂ تبلیغ ہوتا ہے۔

پس آیت کے مطابق انبیاء و مرسلین کے کردار و گفتار دونوں کی اطاعت کرنا چاہیے، لہٰذا اگر انبیاء سے خطا اور گناہ صادر ہو تو اس کا لازمہ یہ ہوگا کہ یہ گناہ اور خطا محبوب اور خواستۂ خدا ہے، اور چونکہ خدا نے انبیاء کی پیروی لوگوں پہ فرض کی ہے، لہٰذا جیسے افعال بھی انبیائے کرام سے صادر ہوں گے چاہے برے افعال ہوں یا اچھے، ان کی اطاعت ہر حال میں ہمارے اوپر من جانب اللہ لازم قرار پائے گی، حالانکہ خداوند متعال نے اس سے منع فرمایا ہے۔

پس تسلیم کرنا پڑے گا کہ انبیاء کو معصوم ہونا چاہیے تاکہ خدا کی ذات پر حرف نہ آئے، بالفاظِ دیگر اگر انبیاء

معصوم نہ ہوں تو لازم آئے گا کہ جس چیز کے بارے میں خدا نے نہی کی ہے اسی کو بجا لانے کا امر بھی فرمایا ہے یعنی جو چیز محبوبِ خدا ہے وہی چیز مبغوض خدا بھی ہے اور ذات پروردگار کے لیے ایسا تصور کرنا واضح الفساد ہے۔

⑧ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ (سورۃ ص: ۸۲ و ۸۳)

وہ (شیطان) بولا تیرے ہی عزت و جلال کی قسم ان میں سے تیرے خالص بندوں کے سوا سب کے سب کو گمراہ کروں گا۔

اس آیت میں شیطان کے قول کو نقل کیا گیا ہے کہ وہ سوائے مخلص بندوں کے تمام لوگوں کو بہکائے گا۔ لہٰذا اگر انبیاءؑ سے کوئی چھوٹے سے چھوٹا گناہ سرزد ہوا تو گویا وہ شیطان کے بہکاوے میں آ گئے۔ اور جب انبیاء پر شیطان اپنا پھندا ڈال سکتا ہے تو پھر وہ مخلصین عباداللہ میں نہ رہیں گے، حالانکہ خداوند متعال انبیاءؑ کو اپنے برگزیدہ اور مخلصین بندوں میں سے شمار کرتا ہے، جیسا کہ مذکورہ آیت سے پہلے چند آیات کے اندر خداوند متعال نے انبیاء کو مخلصین بندوں میں سے قرار دیا ہے۔

⑨ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ (سورۃ ص: ۴۶)

بے شک ہم نے ان لوگوں کو ایک خاص صفت (آخرت کی یاد) سے ممتاز کیا ہے (یعنی مومنین وہ ہیں جن کو خدا نے ذکر آخرت کی بنا پر مخلص قرار دیا)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خود شیطان اس بات کا اقرار و اعتراف کرتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو نہیں بہکا سکتا جو مخلص ہیں اور (یہی نہیں بلکہ) خدا نے بھی انبیائے کرامؑ کے مخلص ہونے کی گواہی دی ہے اور ان کے مرتبہ اخلاص کی اپنی طرف سے تضمین اور تائید فرمائی ہے۔ لہٰذا اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کے وسوسہ کی پہنچ اور اس کے فریب کی کمند کی رسائی انبیاء کے دامن تک نہیں ہو سکتی۔ اور یہاں سے ہمیں اس بات کا بھی یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے کہ انبیاء سے کسی گناہ و معصیت کا صادر ہونا ممکن نہیں ہے، البتہ بعض آیات میں گناہ کی نسبت ظاہراً انبیاء علیہم السلام کی طرف دی گئی ہے، لیکن ان آیتوں کا مضمون چونکہ ان صریح آیتوں سے متعارض اور متضاد ہے جن میں انبیاء کی عصمت بیان کی گئی ہے، لہٰذا اس تناقض اور تضاد سے بچنے کے لیے ہم ان آیات کے ظاہری مفہوم کو صریح آیات کے سامنے ترک کرتے ہوئے ان معانی پر حمل کریں گے جن کا استفادہ روایات اور ان کتابوں سے ہوتا ہے جو اس بارے میں لکھی گئی ہیں، کیونکہ یہی معانی آیات سے ہم آہنگی اور ارتباط رکھتے ہیں۔

(صحیحین کا ایک مطالعہ ج ۲ ص ۲۷۱ تا ۲۷۶)

باب المتفرقات

خوش خلقی

تحریر: کاظم سعید پور

مترجم: مولانا اقبال حسین مقصود پوری

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "الاسلام حسن الخلق" اسلام خوش اخلاقی کا نام ہے۔ (میزان الحکمۃ ۴۹۸۸)

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: "ان احسن الحسن الخلق الحسن" بہترین نیکی خوش خلقی ہے۔ (میزان الحکمۃ ۴۹۸۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "حسن الخلق یزید فی الرزق" خوش خلقی رزق میں اضافہ کرتی ہے۔ (میزان الحکمۃ ۵۰۰۷)

اخلاقِ نبویؐ

انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں تھا، آپؐ نے اس روز ایک ایسی چادر زیب تن فرمائی ہوئی تھی جس کے حاشیے کنارے سخت اور درشت تھے۔ اچانک ایک صحرائی بیابانی عرب بدو نمودار ہوا۔ آتے ہی آنحضور ﷺ کی ردائے مبارک سے پکڑا اور سختی سے اس طرح کھینچا کہ آپؐ کی گردن مبارک پر نشان پڑ گئے۔ اور......

اس عرب مرد نے کہا: اے محمد! یہ دو اونٹ مجھے سامان لاد کر دے۔ کیونکہ جو مال تیرے پاس ہے یہ خدا کا مال ہے، تیرا اور تیرے باپ کا مال نہیں ہے۔

آپ کے اس کے سامنے چپ ہو گئے۔ اور پھر......

فرمایا: یہ سارے مال اللہ تعالیٰ کے اموال ہیں۔ اور میں تو خدا کا بندہ ہوں۔ اب بتاؤ جو تو نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے، اس کا تجھ سے بدلہ لوں؟

اس نے کہا: نہیں جناب!

آپ نے فرمایا: کیونکر؟

اس نے کہا: اس لیے کہ آپ کا یہ شیوہ نہیں ہے، بلکہ آپؐ کا کام تو برائی کا بدلہ برائی سے دینا نہیں بلکہ بھلائی سے دینا ہے۔

آپؐ مسکرائے اور فرمایا: اس کے ایک اونٹ پر جو لاد دیے جائیں اور دوسرے پر کھجوریں۔

(منازل الآخرت صفحہ ۱۰۰)

حضرت یوسفؑ کی بزرگواری

جب حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کی جان پہچان ہو گئی تو انھوں نے درخواست کی: یہ جو آپؑ کا معمول ہے کہ آپ صبح و شام ہمیں باقاعدہ خادم بھیج کر بلواتے ہیں، ہمیں آپ کے ساتھ کیے ہوئے سلوک یاد آجاتے ہیں، تو اس سے ہمیں آپ کے احترام پر شرم و حیا محسوس ہوتی ہے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا: تمھیں کیوں شرم و حیا آتی ہے؟ آپ تو میری عزت افزائی کا سبب بنے۔ اس لیے کہ اگرچہ مجھے اہلِ

مصر پر سلطنت حاصل ہے لیکن وہ میرے بارے میں اس وقت تک کہتے تھے: "سبحان من بلغ عبدا بیع بعشرین درھما مابلغ" پاک پاکیزہ ہے وہ ذات کہ جس نے بیس درہم کے بدلے فروخت ہونے والے غلام کو اس مقام و مرتبہ پر پہنچایا۔

آپ لوگوں کے آنے سے اہلِ مصر کو معلوم ہوا ہے کہ میں کون ہوں۔ میری عزت و شرف میں اضافہ ہوا ہے۔ لوگوں کی نظروں میں مقام پیدا ہوا ہے کہ انھیں اب پتا چلا ہے کہ میرے خاندان کیا ہے۔ تم میرے بھائی ہو۔ میں غلام نہیں تھا۔ حضرت یعقوبؑ کا فرزند اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا پوتا ہوں۔

(منازل الآخرۃ ص ۱۰۰)

مالک اشتر

مالک اشتر کوفہ کے بازار سے گزر رہے تھے۔ ایک ایسے شخص نے جو مالک اشتر کو نہیں جانتا تھا، ان کی طرف مٹی پھینکی۔ جناب مالک چپ کر کے گزر گئے، اور کچھ نہ کہا۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا: کیا تجھے معلوم ہے کہ تو نے کس شخصیت کی توہین کی ہے؟ اس نے کہا: نہیں معلوم۔ لوگوں نے کہا: یہ شخص مالک اشتر ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کے جانثار جانباز ہیں۔ ان کے لشکر کے جرنیل ہیں۔ اس شخص پر خوف طاری ہوا۔ وہ مالک اشتر کے پیچھے دوڑا، تاکہ اسے مل کر معذرت کرے۔ جب وہ پہنچا تو مالک مسجد میں مشغولِ نماز تھے۔ جب مالک نماز سے فارغ ہوئے تو وہ شخص مالک کے پیروں پر گر گیا۔ جناب مالک نے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس مرد نے کہا: میں اپنے کیے کام کی معافی چاہتا ہوں۔ جناب مالک نے فرمایا: میں نے مسجد میں داخل ہوتے ہی آپ کے لیے مغفرت کی دعا کر دی تھی۔ (منازل الآخرت ص ۱۰۰)

ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ قسم کھائے کہ عرب و عجم میں مالک سے بڑھ کر کوئی شجاع مولا علیؑ کے بغیر نہیں تو اس کی قسم سچی ہوگی۔

شیطانی شکنجہ

کسی شخص نے مولا علی علیہ السلام کے غلام قنبر کو گالیاں دیں۔ قنبر بھی اسے اسی قسم کی گالیاں دینے پر آمادہ ہوا۔ حضرت علی علیہ السلام نے قنبر کو بلوایا۔ اور فرمایا: قنبر خاموش رہو۔ اس گالیاں دینے والے شخص کو ذلیل و خوار ہونے دو تو اپنی چپ کو اس کی سزا قرار دیدے۔ تیرے چپ ہونے سے خداوند متعال خوشنود ہوگا، اور تیرا دشمن شیطان کے شکنجہ میں آ جائے گا۔

ریشِ مجتہد

جناب شیخ جعفر صاحب کشف الغطاء ایک دن اصفہان میں نماز کی جماعت کے لیے آمادہ ہوئے تو نماز سے قبل فقراء میں کچھ رقم تقسیم کی اور نماز جماعت کے لیے چلے گئے۔

آپ چونکہ مرجع مجتہد تھے تو بہت سارے لوگ آپ کی اقتداء میں نماز میں حاضر ہوئے۔ ایک نماز پڑھا دی، ابھی دوسری کی انتظار میں اپنے مُصلّے پر بیٹھے تھے کہ اسی اثنا میں ایک فقیر سید کو رقم کی تقسیم کے بارے خبر ہوئی۔ وہ سید فوراً مسجد میں وارد ہوئے اور دوسری نماز کی جماعت کے کھڑے ہونے سے قبل ہی مُصلّے پر

جناب شیخ کے پاس پہنچ گئے۔

میرے نانا (رسولِ خدا ﷺ) کا مال مجھے دیجیے۔

آپ نے فرمایا: آپ دیر سے آئے ہیں۔ اب تو سارا مال تقسیم ہوگیا ہے، اور کچھ باقی نہیں ہے۔

سیدزادہ ناراض ہو گئے، اور غصہ میں جناب شیخ کی ریش مبارک پر تھوک دیا۔

جناب شیخ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور نمازیوں کی طرف مُنھ کر کے اپنی عبا کا دامن پھیلا دیا اور نمازیوں سے فرمایا:

جس کسی کو میری داڑھی کا احترام ہو وہ اس فقیر سید کی امداد کر دے۔ اور پھر اسی حالت میں اس سید کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کے لیے نمازیوں کی صفوں میں پھرتے رہے۔ لوگوں نے جناب شیخ کی جھولی کو رقم سے بھر دیا، اور انھوں نے وہ رقم اس سید کے حوالے کر دی۔

(منازل الآخرۃ ص ۱۱۰، ۱۱۱)

ھندوانہ (تربوز)

ایک شخص جو ظاہر سے فقیر معلوم ہوتا تھا، عراق کے انقلاب کے رہنما شیخ محمد تقی شیرازی کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ سے بے ادبی کا سلوک کیا۔ آپ نے اسے کچھ نہ کہا۔ اور کوئی اثر نہ لیا۔ بعد میں کچھ ھندوانے خرید کروا کر اسے بھجوا دیے۔ ان سے اس شخص کی بے ادبی کے باوجود اس قسم کی محبت کے سلوک کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

اس جوان کے جسم میں گرمی کا جوش زیادہ ہوگیا تھا، میں نے اسی لیے ھندوانے بھجوائے ہیں کہ اس کے جوش کو ٹھنڈا کر دیں۔ یہ اس کے مزاج کی گرمی ہی تو تھی جس کی وجہ سے اس نے میرے ساتھ غصہ کیا اور گالی گلوچ دے کر برا بھلا کہا۔ (منازل الآخرت ص ۸۹۴)

ایک سید و جناب شیخ بہائی رحمہ اللہ تعالیٰ

شیخ بہائی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مُقتدر علمی شخصیت تھے۔ نہایت ہی خوش اخلاق عالم دین تھے۔ وہ لوگوں سے بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ انھوں نے ایک مرتبہ ایک سید سے انھیں کچھ عطیہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ لیکن جو وقت ملاقات کے لیے جناب شیخ نے اسے دیا تھا، وہ سید اس وقت سے دیر سے آئے۔

جناب شیخ نے پوچھا: آپ اپنے وقت پر وعدہ کے مطابق کیوں نہیں آئے؟

سید ناراض ہوگئے۔ اور غصہ میں آکر جناب شیخ کی داڑھی پر تھوک دیا۔

جناب شیخ بہائی نے اپنے ہاتھ سے اس سید کے لعاب دہن کو اپنی داڑھی اور پورے مُنھ پر مل لیا، اور فرمایا: میں اپنے خداوند متعال کا شکر کرتا ہوں کہ جس نے اس سید کے لعاب دہن کی وجہ سے میرے چہرے کو آتش جہنم سے بچا لیا۔ اور پھر سید پر بہت زیادہ عنایات کیں اور تحائف و عطیات دیے۔

(منازل الآخرت ص ۹۵۰)

اظہارِ باطن

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک جگہ سے گزر رہے تھے کہ بعض جاہل نادان لوگوں نے آپ سے بے ادبی کی۔ لیکن آپ نے ان سے تعریفی کلمات کے ساتھ

گفتگو کی۔ آپ کے شاگردوں اور حواریوں میں سے ایک نے پوچھا: اے رسولِ خدا! وہ آپ کو برا بھلا کہتے ہیں اور آپ ان سے اس طرح کی گفتگو فرماتے ہیں؟

حضرتؑ نے جواب دیا: ہاں ان کے اندر جو کچھ تھا وہ ان سے ظاہر ہوا، اور میں نے اپنے باطن کا اظہار کیا۔ ہر شخص اپنے اندر کی حالت کا اظہار کرتا ہے۔

(منازل الآخرت ص ۹۵۰)

ایک رات کا کھانا

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کی ایک شب میں نے آپ کا کافی دیر تک انتظار کیا۔ لیکن آپ تشریف نہیں لائے۔ میں نے اپنے آپ میں یقین کر لیا کہ آپ آج کسی صحابی کے ہاں مہمان ہوئے ہوں گے۔ چنانچہ میں نے آپ کا کھانا کھا لیا۔ کچھ دیر بعد آپ بھی تشریف لے آئے۔ میرے پاس تو کھانا نہ تھا۔ میں اس خیال میں ہی تھا کہ حضرت کھانا تناول فرما چکے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی آپ سے کھانے کے بارے میں نہ پوچھا۔ آپ بھی خاموشی سے آرام گاہ کی طرف چلے گئے اور بھوکے سو گئے۔ لیکن آپ نے زندگی بھر اس بارے میں کوئی تذکرہ نہیں فرمایا۔

(منازل الآخرت ص ۹۷۹)

ایک مسیحی شخص

پانچویں تاجدارِ ولایت محمد بن علی بن الحسینؑ کا لقب باقر ہے۔ باقر، یعنی کھولنے والا۔ آپؑ کو باقر العلوم یعنی علوم کو کھول کھول کر بیان کرنے والا کہتے ہیں۔ ایک مسیحی شخص نے امام علیہ السلام سے تمسخر کرنے کی غرض سے آپ کے لقب کو بقرہ، گائے کے ساتھ تعبیر کیا۔ اور آپ سے اسی طرح مخاطب ہوا۔ ''انت بقرۃ'' آپ گائے ہیں۔

امام علیہ السلام نے بغیر کسی ناراضگی کے اظہار اور غصہ کی حالت کے ظاہر کیے بغیر اسے نہایت سادگی سے جواب دیا:

نہیں، میں گائے نہیں، میں تو باقر ہوں۔

مسیحی نے پھر سے جسارت کی اور کہا: تو ایک باورچی عورت کا بیٹا ہے۔

آپ نے فرمایا: وہ یہ کام انجام دیتی تھیں، لیکن کام کرنا عار نہیں ہوتا۔

مسیحی نے جسارت کی انتہا کر دی اور آپ سے پھر سے کہا: آپ کی والدہ سیاہ رنگ اور بداخلاق تھیں۔

آپ نے فرمایا: جو باتیں تو کر رہا ہے، اگر یہ درست ہیں تو خداوندِ متعال میری والدہ کی مغفرت فرمائے اور ان سے درگزر فرمائے۔ اور اگر تو نے جھوٹ بول کر الزام لگایا ہے تو خداوند متعال تجھے ہدایت دے کہ تو نے کیوں جھوٹ بولا۔

آپ کے اس رویہ سے جب کہ آپ اس بات پر بھی قدرت رکھتے تھے کہ ایک غیر مسلم شخص کے لیے سزا اور سرزنش کے اسباب پیدا کریں، لیکن نہیں کیا، تو اس شخص پر بہت زیادہ اثر ہوا۔ اور تبدیلی کا سبب قرار پایا۔ وہ اسلام کی طرف مائل ہوا، اور وہ آپ کے اس رویہ کے باعث مسلمان ہو گیا۔ (داستانِ راستان ج ۱ ص ۲۲)

Registered No. (G) H.C/722